نهاية السول فی خصائص الرسول ﷺ لابن دحیہ: اسلوبِ استدلال کا مطالعہ

محمد رمضان *

محمد ہمایوں عباس **

عمر بن حسن بن علی معروف بہ ابن دحیہ کا تالیفی دور زیادہ تر ساتویں صدی ہجری کا ہے۔ وہ کثیر التصانیف مصنف ہیں۔ چھٹی صدی ہجری کے چند اختتامی سال اور ساتویں صدی ہجری کے نصفِ اوّل کا ایک اپنا انداز تھا۔ جیسا کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر دور میں تالیف و تصنیف کا الگ الگ انداز رہا ہے۔ یہ تالیفی تنوع اور اختلاف حادثاتی نہیں بلکہ نظریاتی ہوتا ہے۔ مختلف ادوار میں اس کے محرکات اور اسباب بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اس بارے میں پیر محمد کرم شاہ الازہری نے لکھا:

> ”زمانے کا تالیف و تصنیف کا انداز جدا جدا ہوتا ہے اگر ان خصوصیات کو پیش نظر نہ جائے رکھا تو ان کتب سے صحیح استفادہ نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہوتی جاتی ہیں"۔ (۱)

چھٹی صدی ہجری کے مشہور مصنف قاضی عیاض مالکی ہیں۔ اگر ان کا اسلوب دیکھا جائے تو سیرت نگاری میں ان کی مشہور کتاب "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ " میں خصائص نبوی ﷺ کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ مگر صرف چند ایک خصائص کا نام تک لیا گیا ہے۔ (۲)

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے خصائص پر لکھی جانے والی دیگر تمام کتب کا اسلوب سو فیصد ایک جیسا نہیں اور اسلوب کے اختلاف کی وجہ ادوار کا مختلف ہونا اور اس کے علاوہ دیگر کئی ایسے اسباب و وجوہات ہیں۔ لہٰذا ابن دحیہ کی "نهاية السول فی خصائص الرسول ﷺ" کا بھی ایک جداگانہ اسلوب اور منہج ہے۔ ابن دحیہ نے اپنی تصنیف کو تین اجزاء میں تقسیم کیا ہے:

پہلے جز کا نام الجزء الاول من كتاب نهاية السول فی خصائص الرسول ﷺ رکھا ہے۔ (۳)

دوسرے جز میں ازواج رسول، آپ ﷺ کے امت کے مقابلہ میں خصائص، آپ ﷺ کے لیے صدقہ کی حرمت، آپ ﷺ پر واجب امور اور آپ ﷺ کی شجاعت سے متعلق بحث ہے۔ (۴)

تیسرا جز آپ ﷺ کے رات کے قیام سے متعلق ہے۔ (۵)

ابن دحیہ کی اس تصنیف کے حصہ اول میں ابتدائی طور پر ایک مقدمہ ہے جو کہ مصنف نے مختصراً بیان کیا ہے اور اس کے بعد عنوانات کی ابتداء کی ہے جو کہ بیس سے زائد بڑے عنوانات پر مشتمل ہے۔

مقدمہ کا تعارف:

ابن دحیہ نے اپنی کتاب کے مقدمہ کی ابتداء حمد باری تعالیٰ اور درود و سلام سے کی ہے۔ (۶) آپ ﷺ کی صفت

* اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، جھنگ، پاکستان۔

** پروفیسر، شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان۔

مبارکہ ’’امین ہونا‘‘ بیان کی۔ پھر آپ ﷺ کے خصائص اور معجزات کا مقدمہ میں ذکر کرکے اپنے خطبہ میں کتاب کا موضوع بیان کیا ہے۔انتہائی مختصر مقدمہ چند ایک پیراگراف پر مشتمل ہے۔اس کے بعد اپنے عنوانات کی نشان دہی کردی ہے۔ چونکہ بنیادی طور پر ان کی یہ تصنیف خصائص رسول ﷺ کے موضوع پر ہے اور معجزات و آیات کے تذکرہ کو مؤخر کیا ہے۔اس کے بعد مصنف نے ’’امابعد‘‘ کے کلمہ سے اپنے مدّعا کا آغاز کیا ہے۔ (۷)

علم الٰہی، اذن الٰہی، خصائص رسول ﷺ کا بے شمار ہونا اور قرآن حکیم میں خصائص رسول ﷺ کے بیان کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر چند ایک خصائص کے نام بیان کیے ہیں۔ (۸)

عنوانات:

مختصر مقدمہ کے بعد ابن دحیہ نے عنوانات میں ابتدائی طور پر حضور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کا ذکر کیا ہے کہ جو عورتیں آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد ان عورتوں (ازواج مطہرات) کا کسی اور سے نکاح حرام و ممنوع ہے۔ (۹) دوسری خصوصیت کا باقاعدہ عنوان لکھا ہے:

’’اقسم اللہ بحیاتہ "(۱۰)اللہ نے آپ کی حیات طیبہ کی قسم اٹھائی۔

تیسرا عنوان یوں بیان کیا ہے:

’’ ان اللہ تعالیٰ نادیٰ جمیع الانبیاء باسماءھم، ونادٰہ بالنبوۃ والرسالۃ"(۱۱)

اللہ تعالیٰ نے تمام (دیگر) انبیاء کرام علیھم السلام کو ان کے اسماء مقدسہ سے پکارا اور آپ ﷺ کو نبوت اور رسالت (کے القابات) سے پکارا۔

مصنف نے اپنی تالیف کے عموماً عنوان کے تحت ذیلی عنوانات نہیں قائم کیے بلکہ بعض مقامات پر ذیلی عنوانات قائم کرنے کی بجائے اسی عنوان کے متعلقہ چند سطور بیان کرکے نیا عنوان شروع کردیا ہے۔ (۱۲) ایک ایسا مقام بھی ہے کہ عنوان قائم کیا اور عنوان کی مؤید ایک آیت بیان کی اور پھر اس سے اگلا عنوان بیان کرکے اس تفصیل میں دلائل بیان کردیے۔ (۱۳) البتہ بعض ایسے مقامات اور عنوانات ہیں جہاں کسی عنوان کے تحت ذیلی عنوانات قائم کیے ہیں مگر وہ اس کی توضیح اور تشریح کے لئے ہیں۔

آپ ﷺ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ کی شفاعت کا ذکر کیا ہے اور پھر اس کی اقسام بیان کی ہیں۔ ان اقسام کو ذیلی عنوانات کہا جاسکتا ہے۔ شفاعت اولی، ثانیہ، ثالثہ، رابعہ۔۔۔ ثامن تک بیان کیا ہے۔ (۱۴)

اسی طرح آپ ﷺ کی ازواج طاہرات رضی اللہ عنھن کا ذکر کیا، آپ ﷺ کے لئے بیک وقت چار سے زائد ازواج مطہرات کا جمع کرنا مباح ہے۔ پھر تمام ازواج طاہرات کا علیحدہ علیحدہ تعارف بیان کیا ہے، جن کو ذیلی عنوانات کا نام دیا جاسکتا ہے۔

ابن دحیہ نے اپنی کتاب کے دوسرے جز میں بھی حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کا ذکر خیر کیا ہے۔ حصہ اول میں ان کا مختصر تعارف ہے جبکہ حصہ دوم میں وہ احکام بیان کیے ہیں جو کہ آنحضور ﷺ کے ازواج کے ساتھ آپ کی وجہ سے خاص ہیں جیسے ہبہ اور حضور ﷺ کا حالت احرام میں نکاح فرمانا، وغیرہ۔ (۱۵)

ابن دحیہ نے اپنی کتاب کے چند جز ثانی میں چند موضوعات یا عنوانات بیان کیے ہیں:

۱۔ تتمۃ زوجات الرسول ﷺ (ازواج رسول ﷺ کے بیان کا تتمہ)۔ (۱۶)

۲۔ احکام خاصۃ بہ علیہ السلام دون امتہ (جو احکام امت کے مقابلہ میں صرف آپ ﷺ کے لیے خاص ہیں)۔ (۱۷)

۳۔ من خصائصه: ان الصدقة عليه حرام و خصائص اخرى (صدقہ کا مال آپ ﷺ کے لیے حرام ہونا اور دیگر خصائص کا بیان)۔ (۱۸)

۴۔ ما اوجبه الله تعالىٰ عليه زيادة فى كرامته (جو کچھ اللہ نے آپ ﷺ کے شرف کے لیے آپ ﷺ پر زائد طور پر واجب کیا)۔ (۱۹)

۵۔ شجاعة النبى ﷺ وكرمه (آپ ﷺ کی شجاعت اور کرم کا بیان)۔ (۲۰)

خصائص نبوی ﷺ کے موضوع پر جتنی کتب تالیف ہو چکی ہیں، عمومی طور پر یہ تقسیم اور کسی مصنف کی نہیں ہے۔ کسی نے بھی کتاب کا ایک پُورا حصہ ان احکامات اور خصوصیات کے بیان کے لئے باقاعدہ طور پر بیان نہیں کیا جس طرح ابن دحیہ نے کیا ہے۔ عنوانات کے قائم کرنے میں کتاب کا ایک علاحدہ حصہ یا جز مختص کرکے اس طرح احکامات اور خصوصیات کا بیان کرنا ابن دحیہ کا تفرد ہے۔

اس حصے میں ''تتمہ'' اور ''احکام خاصہ'' میں مصنف نے حضور اکرم ﷺ کا اپنی ازواج طاہرات کے پاس جانے کے لیے باریاں مقرر کرنا غیر واجب بیان کیا ہے۔ (۲۱)

مہر کے بغیر آپ ﷺ کے لئے آپ کی موہوبۃ کا مباح ہونا (۲۲) مُحرم ہوتے ہوئے نکاح کرنا (۲۳) بغیر اجازت کے آپ ﷺ کا اللہ نکاح فرمادے تو اس کا انعقاد (۲۴) بغیر ولی کے نکاح کا انعقاد (۲۵) آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کا مال آپ ﷺ کی ازواج کی ملکیت نہ ہونا۔ (۲۶) قبل از تقسیم مال غنیمت میں سے جو چاہیں اس کی اباحت (۲۷) حرم معظم میں قتال کا آپ ﷺ کے لئے مباح ہونا (۲۸) جو آپ ﷺ پر سبّ کرے اور آپ کی ہجو کرے اس کے قتل کی اباحت (۲۹) سو کر اُٹھنے کے بعد تازہ وضو کیے بغیر آپ ﷺ کا نماز پڑھنا (۳۰) آپ ﷺ کے لئے وصال صوم کا مباح ہونا۔ (۳۱) آپ ﷺ کا بغیر کسی وجہ کے بیٹھ کر نفلی نماز ادا کرنا اور اس کا (اجر) کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا مثل ہونا۔ (۳۲) کسی کو حالت نماز میں حضور اکرم ﷺ بُلائیں تو اس پر لبیک کہنا لازم ہونا (۳۳) جو آپ ﷺ پر زنا کی تہمت لگائے اس کے قتل کی اباحت (۳۴) اپنی ذات کے لئے خود حَکم ہونا (۳۵) اور شیطان کا آپ ﷺ کی صورت میں نہ آنا (۳۶)

اس کے بعد "من خصائصه: ان الصد قة عليه حرام وخصائص اخرى" کی فصل ہے۔ جز ثانی کی اس فصل میں صدقہ سے متعلق خصائص نبوی ﷺ کا تذکرہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔ دفع تہمت ۲۔ صدقہ سے اللہ گناہ معاف کرتا ہے اور آپ ﷺ سے بری ہیں۔ ۳۔ یہ میل کچیل ہے۔ ۴۔ دینے والے ہاتھ کا اوپر ہونا۔ (۳۷)

اس کے بعد اس عنوان کے تحت ابن دحیہ نے یہ خصوصیت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ کے دامن میں کوئی مرض دو مَردوں کے مرض کی شدت برابر پناہ لیتا ہے۔ (۳۸)

ماوجبه الله تعالىٰ عليه زيادة فى كرامته (۳۹) کے عنوان کے تحت ابن دحیہ نے وہ مضامین بیان کیے ہیں کہ جن میں بعض افعال و اعمال کا آپ ﷺ پر واجب ہونا بتایا گیا ہے۔ امت پر غیر واجب ہونے کی وجہ سے وہ آپ ﷺ کی خصوصیات ہیں اس عنوان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ دشمن سے مقابلہ کیے بغیر اسلحہ نہ رکھنا (۴۰)

۲۔ کتابیہ سے آپ ﷺ کے نکاح کا حرام ہونا (۴۱)

۳۔ مقروض مسلمان کی موت پر اس کا قرض آپ ﷺ کے ذمہ ہونا(۴۲)
۴۔ دُنیوی زیب وزینت پر نظر کرنے کی ممانعت (۴۳)
۵۔آپ کا شاعر نہ ہونا(۴۴)

درج بالا عنوانات کے کے تحت خصائص کو ابن دحیہ نے ان واجبات میں شامل بیان کیا ہے جو آپ ﷺ کی امت پر واجب نہیں ہیں۔

شجاعة النبی ﷺ و کرمه۔(۴۵)کے عنوان کے تحت ابن دحیہ نے آپ ﷺ کی شجاعت کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ امور بیان کیے ہیں جو کہ آپ ﷺ کے خصائص ہیں اور اس عنوان کی تفصیل بغیر ذیلی ابحاث کے بیان کی ہے۔

آپ ﷺ کا شکست خوردہ نہ ہونا بیان کیا ہے۔(۴۶)

اس عنوان کے تحت ابن دحیہ نے ذیلی عنوانات نہیں قائم کیے بلکہ دلائل دیتے چلے گئے ہیں۔

ابن دحیہ کی" نهاية السول فی خصائص الرسول ﷺ "میں قیام رسول ﷺ کا تذکرہ خیر ہے جس کا عنوان یہ لکھا ہے:

''قیام رسول الله ﷺ اللیل "(رسول اللہ ﷺ کا رات کا قیام)۔(۴۷)

اس موضوع کی ابتداء آپ ﷺ پر قیام لیل کی فرضیت اور اس کے نسخ یا عدم نسخ سے ہے۔(۴۸) پھر اس کی تشریحات ہیں۔ کلمہ "المزمل" کی تفسیر کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔(۴۹) قیام کے عنوان کے تحت یہ طویل موضوع اسی زائد صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔(۵۰)

یہاں مصنف نے کوئی ضمنی یا ذیلی عنوان نہیں بنایا بلکہ ایک ہی عنوان کے تحت طویل بحث مضمون لکھا ہے اور دلائل و مسائل بیان کرتے چلے گئے ہیں۔ یہ مصنف کا منفرد انداز ہے اور اسے بیانیہ منہج کہا جا سکتا ہے۔

ہر ایک جز میں خصائص کی نوعیت تھوڑی سی مختلف ہے۔ ان کے بیان کا انداز اور منہج بھی قدرے مختلف ہے۔ ایک ہی کتاب میں ہر جز کے منہج اور اسلوب کا یہ تنوع موضوعات اور مضامین کی نوعیت کی بناء پر ہے۔ جز اول میں چوں کہ ابن دحیہ نے عمومی طور پر وہ خصائص بیان کیے ہیں جن کی بنیاد اور پہلا ماخذ قرآن حکیم ہے اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان کی تفسیر و توضیح ہے ان کا ایک اپنا منہج ہے۔ جز ثانی میں عموماً فقہی مباحث سے متعلق خصائص ہیں ان میں پہلے حصہ کی نسبت قدرے مختلف منہج واسلوب ہے۔ جز ثالث میں صرف ایک عنوان کے تحت پورا مضمون ہے اس کا پہلے دو اجزاء کی نسبت اسلوب منہج قدرے مختلف ہے۔

ا۔ عناوین اور مضامین کا تعارف:

ابن دحیہ نے حضور اکرم ﷺ کی خصوصیات کے بیان کرنے میں طریقہ اور یہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ عموماً ہر خصوصیت کا پہلے نام اور عنوان قائم کرتے ہیں اور یہ ان کے بیان ہونے والے مضمون کا چند الفاظ میں تعارف ہوتا ہے۔ کئی سو صفحات پر پھیلے نہایۃالسول کے جز اول کا عمومی طور پر یہی منہج ہے۔ پہلی خصوصیت میں ابن دحیہ نے ان کلمات میں اپنے عنوان اور مضمون کا تعارف کروایا ہے:

''فمن خصائصه ﷺ و فضائله و آدابه ان نساء ه اللاتی دخل بهن و مات و هن فی عصمته حرمن علی غیره، وهو الفرق بین محمد ﷺو بین سائر الانبياء عليهم السلام" (۵۱)

آپ ﷺ کے خصائص اور فضائل و آداب میں یہ کہ آپ ﷺ کی وہ عورتیں جو کہ آپ ﷺ کے حرم

میں داخل ہوئیں اور آپ کے وصال کے وقت وہ آپ ﷺ ہی کے نکاح میں تھیں وہ غیر پر حرام ہیں اور یہ حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیھم السلام میں فرق ہے۔

دوسری خصوصیت کا اس طرح عنوان قائم کیا:

"اقسم اللہ بحیاتہ"(۵۲)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ کی قسم اُٹھائی۔

تیسرا عنوان یوں لکھا ہے:

" ان اللہ تعالیٰ نادیٰ جمیع الانبیاء بأسماءھم ، وناداہ بالنبوۃ والرسالۃ" (۵۳)

اللہ نے تمام انبیاء کرام کو ان کو اسماء سے پکارا اور آپ ﷺ کو نبوت اور رسالت)کے القابات(سے پکارا۔

جز اول میں اسی طرح عنوانات قائم کیے ہیں۔ عنوان سے پورے مضمون کا ایک اجمالی تعارف اور مرکزی خیال جھلکتا ہے۔ (۵۴) عموماً جو عنوان قائم کرتے ہیں وہ کلمات مضمون کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ مگر ایک مقام پر ابن دحیہ نے ایک عنوان قائم کیا ہے۔ عنوان میں مذکور ایک کلمہ اور پھر اس مضمون کی روایات کی باہمی مطابقت محلِ نظر ہے۔ نفسِ مضمون تو ہر اعتبار سے درست ہے مگر عنوان کے الفاظ میں وسعت ہے جبکہ مضمون میں اس کے تمام افراد شامل نہیں ہیں۔

" ومنھا قرض الجلد اذا اصابتہ النجاسۃ" (بنی اسرائیل میں یہ تھا کہ کسی کے بدن پر نجاست لگنے سے جلد کا کاٹنا) کا عنوان ہے۔(۵۵)

اس عنوان میں کلمہ "النجاسۃ" ہے جب کہ اس عنوان کے تحت ابن دحیہ نے یہ روایت درج کی ہے:

" ثبت فی صحیح مسلم فی باب المسح علی الخفین عن ابی موسیٰ الا شعری: ان نبی اسرائیل کان اذا اصاب جلد احدھم بول قرضہ بالمقاریض"(۵۶)

صحیح مسلم کے "باب المسح علی الخفین" میں یہ ثابت ہے، حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں سے جب کسی کے چمڑے پر پیشاب لگ جاتا تھا تو وہ اسے قینچی سے کاٹ لیتا تھا (اور تب وہ پاک ہوتا تھا)۔

عنوان کا کلمہ "نجاست" اور صحیح مسلم کی روایت میں کلمہ "بَول" (پیشاب)، ان میں واضح فرق ہے۔

ابو المعانی ابن مازہ بخاری نے نجاست کے بارے لکھا ہے کہ اس کی دو انواع ہیں، مائع اور غیر مائع، پھر ہر نوع دو اقسام پر منقسم ہے۔ باعتبار ذات اور باعتبار غیرِ ذات۔ (۵۷) اس کے بعد کہا ہے کہ ہر وہ چیز جو انسان کے بدن سے خارج ہو اور اس سے وضو یا غسل کرنا واجب ہو وہ نجاست ہے جیسے پاخانہ، پیشاب، خُون، منی وغیرہ۔ (۵۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجاست کی کئی انواع ہیں اور ان کی انواع کی مزید اقسام ہیں اور اس کے افراد میں پاخانہ، پیشاب، خون، منی وغیرہ ہیں۔

اگر ابن دحیہ کے عنوان کے کلمات کو دیکھا جائے تو اس عنوان میں نجاست کے تمام انواع واقسام اور افراد شامل ہیں تو پھر بنی اسرائیل کو ان میں کسی بھی چیز کے بدن پر لگنے سے جلد کاٹنا پڑتی تو توالد و تناسل وغیرہ کا سلسلہ ظاہر ہے کہ منقطع ہو جاتا جب کہ عملاً ایسا نہیں ہوا۔ ابن دحیہ نے جو عنوان میں مطلقاً نجاست کا لفظ بیان کیا ہے، وہ ان کا تسامح ہے۔ ابن دحیہ نے بعض اوقات ایک عنوان کے تحت طویل مضمون بیان کیا ہے۔ (۵۹) مگر عمومی طریقہ وہی ہے جو کہ پہلے بیان کر دیا

گیا ہے۔

ب۔ قرآن وحدیث سے استدلال واستنباط کا اسلوب:

ابن دحیہ کا منہج عموماً یہ ہے کہ عنوان کے الفاظ بیان کرنے کے بعد قرآن حکیم کی آیات بینات اور احادیث درج کرتے ہیں اور نصوص میں سے عام طور پر عبارۃ النص کا اہتمام کیا ہے۔ عبارۃ النص سے مضمون کی تائید کے لئے استدلال کرنا اور اپنے موضوع سے متعلقہ حقائق کا استنباط کرنا ابن دحیہ کا جزاول عمومی منہج رہا اسی طریقہ کار پر اول تا آخر کا بند نظر آتے ہیں۔

اللہ نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ کی قسم اٹھائی، یہ عنوان لکھا اور چند کلمات پر مشتمل عنوان کی توضیح کے فوراً بعد اس مسئلہ پر عبارۃ النص " لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ " بیان کی ہے۔(۶۰) نمونہ کے طور پر چند ایک مقامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم سے آپ ﷺ کا اسم گرامی ملایا (۶۱) اور اللہ نے لوگوں کو اپنی ذاتوں پر آپ ﷺ کو مقدم کرنے کا حکم دیا، پھر عبارۃ النص "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" بیان کی ہے۔(۶۲) آپ ﷺ کا صاحب کوثر ہونا بیان کرکے سورۃ الکوثر سے استدلال کیا اور یہ عبارۃ النص ہے۔(۶۳)

ابن دحیہ اکثر صرف کسی ایک قرآنی آیت سے استدلال واستنباط پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ ایک سے زائد نصوص کا اہتمام کرتے ہیں۔ چند عنوانات بیان کیے جاتے ہیں جن میں ایک سے زائد نصوص سے استدلال واستنباط کیا ہے:

تمام انبیاء کو اللہ نے ان کے اسماء سے پکارا اور آپ ﷺ کو نبوت اور رسالت کے القابات سے پکارا۔(۶۴) بنی اسرائیل میں سے کسی شخص کی جلد پر پیشاب لگ جاتا تو وہ قینچی سے کاٹتا (۶۵) اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم جلالہ سے آپ ﷺ کا اسم گرامی ملا دیا، ان مقامات پر بکثرت قرآنی آیات بیان کی ہیں۔(۶۶) اکثر وبیشتر یہی منہج اختیار کیا ہے۔

ابن دحیہ نے قرآنی آیات بینات کے بعد عموماً احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ ایک یا ایک سے زائد قرآنی آیات بیان کرکے اس موضوع اور مضمون سے متعلقہ عموماً صحیحین کی متفق علیہ پھر صحیح بخاری اور پھر صحیح مسلم کی روایات بکثرت تائید میں لاکر ان سے استدلال واستنباط کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا لوگوں پر ان کی اپنی ذات سے بڑھ کر تقدم کا عنوان لکھا اور پھر قرآنی آیات سے استدلال کیا۔ اس کے بعد بخاری وغیرہ کی روایت بیان کرکے اپنے مضمون پر مزید دلائل دیئے ہیں۔(۶۷)

"صاحب الشفاعة العظمىٰ يوم القيامة" کا موضوع بنایا۔ پھر شفاعت کے مواقع اور اقسام بیان کرنے کے سلسلے میں احادیث مبارکہ سے استدلال واستنباط کیا اور اس سلسلہ میں متعدد احادیث یکجا کیں۔(۶۸) "من فضائل رسول ﷺ" کے عنوان کے تحت بکثرت احادیث مبارکہ لائے ہیں۔(۶۹)

مذکورہ بالا چند مقامات کا مطالعہ اس سلسلہ کی وضاحت کے لئے پیش کیا گیا ہے ورنہ عمومی اسلوب اور طرزِ استدلال یہی ہے۔

ج۔ تفسیر اور کلمات کی تشریح:

ابن دحیہ نے حضور اکرم ﷺ کی خصوصیات کے عنوانات کے تحت جب آیات سے استدلال کیا ہے تو ان آیات کی عموماً تفسیر بھی کی ہے۔ تفسیر کرتے ہوئے ان کا انداز یہ رہا ہے کہ وہ کلمات کی نحوی توضیح بھی کرتے جاتے ہیں اور یہ اسلوب ابتداء سے انتہا تک جاری رہا ہے۔

"اقسم اللہ بحیاتہ" کے عنوان کے تحت اس عنوان کی تائید کے لئے آیت لکھی تو پھر اس کی نحوی توضیح کی ہے پھر اس کی تفسیر بیان کی ہے۔ نحوی توضیح اس طرح کی ہے:

(لعمرکَ) رفع الابتداء ، واللام لام القسم، وخبر الابتداء محذوف تقدیر لعمرک قسمی او ما اقسم به، وحذف لدلالة الکلام علیه" (۷۰)

(لعمرک) مبتدا مرفوع ہے اور لام قسم کا ہے، اور مبتداء کی خبر محذوف تقدیری ہے، جو کہ تیری زندگی کی قسم ہے یا یوں کہ میں تیری زندگی کی قسم اٹھاتا ہوں اور محذوف پر کلام کی دلالت ہے۔

اس کے بعد ابن دحیہ نے اس کی تفسیر شروع کی ہے اور ابو الحسن علی بن ابراھیم بن سعید الحوفی کی کتاب البرھان فی علوم القرآن کے حوالے سے مذکورہ بالا آیت مقدسہ کی تفسیریوں بیان کی ہے۔

"یقول تعالیٰ لنبیه محمد ﷺ: وحیاتک یا محمد ان قومک من قریش لفی سکرتهم یعمهون ،ای لفی ضلالتهم وجهلهم یترددون، یقال:عَمِهَ :اذا تردّ د وتحیر" (۷۱)

اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے فرماتا ہے، اے محمد آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کی قسم خاندان قریش کے لوگ نشہ میں اندھے بھٹک رہے ہیں یعنی وہ اپنی گمراہی اور اپنی جہالت میں تردد میں ہیں، کہا جاتا ہے کہ وہ اندھا ہوا، جب وہ ہچکچاہٹ میں ہو اور حیران و پریشان اور سرگرداں ہو۔

اس کے بعد پھر آگے الفاظ کی تشریح وغیرہ کرتے چلے جاتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے قیام سے متعلق خصوصیت کا عنوان بنایا اور پھر سورۃ المزمل کی ابتدائی آیات سے استدلال کیا۔ آیت لکھ کر پھر نحوی بحث ان الفاظ سے شروع کی:

" ویا حرف نداء وأی منادی مفرد وھا للتنبیه ، والمزمل نعت ---(۷۲)

حرف یا نداء کا ہے اور ای منادیٰ مفرد ہے اور ھا تنبیہ کے لئے اور المزمل نعت ہے۔

تفصیلی نحوی بحث کے ساتھ پھر آگے تفسیر بالماثور کا آغاز کرتے ہیں۔ (۷۳)

نمونہ کے طور پر یہ چند مقامات کا تذکرہ کیا گیا ہے ورنہ ابن دحیہ کا عمومی اسلوب یہی ہے اور مزید متعدد مقامات پر یہ انداز اور اسلوب واضح ہے۔ (۷۴)

جس طرح ابن دحیہ نحوی ترکیب بیان کرتے ہیں، یہ مفسرین کا انداز اور منہج ہے۔ "لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْن" (۷۵) آیت کی تفسیر میں جاراللہ زمخشری کے اسلوب جیسا اسلوب ہے۔ (۷۶) بیضاوی (۷۷) اور نسفی (۷۸) ابو حیان اندلسی نے ایسے ہی کلمات سے مذکورہ آیت کی تفسیر کی ہے۔ (۷۹)

کہا جا سکتا ہے کہ ابن دحیہ کا بیان خصائص میں منہج اور طریقہ استنباط نامور مفسرین کے طریقہ جیسا ہے۔

ابن دحیہ قرآنی آیات کی تفسیر میں کلمات کے ابتدائی مادّہ سے اس کی تشریح کا آغاز کرتے ہیں اور پھر اس کلمہ کی تشریح میں مزید کلمات بیان کرکے ان کی توضیح کرتے ہیں۔ بعض مقامات پر کسی تیسرے کلمہ کی مزید بھی توضیح کر دیتے ہیں۔ اس طرح تشریح در تشریح مضمون کافی طویل تو ہوا ہے مگر انتہائی واضح ہوا ہے۔

کلمہ "اصرٌ" کی توضیح یوں کرتے ہیں:

الاصر:الثقل والمشقة لانه یأ صرصاحبه ای: یحسبه عن الحراک لثقله وھومثل لثقل لتکلیفهم وصعوبته (۸۰)

اصر سے مراد ثقل (وزن) اور مشقت ہے کیوں کہ وہ اپنے حامل کو مشقت میں ڈالتا ہے مطلب ہے کہ

اپنے وزن کی وجہ سے حرکت سے روک دیتا ہے۔ وزن کی یہ مثال ان کی تکلیف اور اس صعوبت کی وجہ سے ہے۔

بنی اسرائیل پر جو مشقتیں تھیں اور احکامات لاگو تھے ان کی وضاحت کرتے ہوئے جب "اصر" کی توضیح پر پہنچے تو مزید کہا:

"قال الازهری ای عقوبة ذنب یشق علینا"(۸۱)

ازہری نے کہا مطلب ہے کہ گناہ کا عذاب ہم پر بھاری ہے۔

پھر حنیفیت کا تذکرہ چھیڑا اور آگے اس لفظ کی وضاحت شروع کرتے ہوئے کہا:

''قال ابو عبید: الحنیف عندالعرب من کان علی دین الاسلام، و قال ابن عرفة قیل:ان الحنف الاستقامة، وانما قیل للمائل الرجل احنف تفاؤلا بالاستقامة"(۲۸)

ابو عبید نے کہا: حنیف عربوں کے نزدیک اس شخص کو کہا جاتا ہے جو دین اسلام پر ہو اور ابن عرفہ نے کہا: کہا جاتا ہے کہ احنف سے مراد استقامت ہے اور کہا جاتا ہے کہ جو شخص استقامت کی طرف زیادہ مائل ہو۔

مذکورہ بالا کلمات توضیحی کلمات دراصل اس عنوان کے تحت ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کسی کی جلد پر اگر پیشاب لگ جاتا تھا تو قینچی سے کاٹنا پڑتا تھا، اس میں اصل بحث نجاست کے تدارک اور زوال کی تھی پھر ابن دحیہ نے اس میں کلمہ "اصر" کی توضیح کی (۸۳)، پھر کلمہ "حنیف" کی اسی کے تحت توضیح کی۔ (۸۴) اسی عنوان کے تحت آگے کلمہ "السکینة" کی یوں توضیح کی:

"السکینة فی اللغةفعیلة من سکن یسکن سکونا، وھو خلاف الاضطراب والحرکة"(۸۵)

لغت میں سکینہ فعیلة کے وزن پر بمعنی سکون ہے اور اس کا متضاد اضطراب اور حرکت ہے۔

نجاست کے عنوان کے تحت اس کی توضیح میں قرآنی آیات لاکر کلمات کی توضیح ابن دحیہ کا خصوصی اسلوب ہے۔ اسی نجاست کے عنوان کے تحت کلمہ "جُناح'' " کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

الجناح فی اللغة الاثم و الضیق(۸۶) لغت میں جناح کا مطلب گناہ اور تنگی ہے-

عنوان نجاست کے تحت "اصر"، "حنیفیة"، "جُناح" اور "سکینة" کے کلمات کی تشریح کی ہے۔

جس طرح لغت کی کتب میں لفظ کا مادّہ وغیرہ بیان ہوتا ہے، اسی طرح اپنے عنوان کے تحت بیان کیے گئے مضمون کے استدلال کے لئے ابن دحیہ نے یہ اسلوب اپنایا ہے۔ بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تشریح میں ابن دحیہ نے جن کلمات کی توضیح شروع کر رکھی ہو ان کا مضمون یا عنوان سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا مگر ان تشریحی کلمات کا مضمون اور عنوان سے ایک لطیف ربط ہوتا ہے جو کہ اول سے آخر تک مضمون کے مطالعہ پر واضح ہو جاتا ہے۔

اللہ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی ﷺ کا اسم شریف ملایا ہے۔ اس عنوان کے تحت متعدد قرآنی آیات لاکر ہر ایک کی ابن دحیہ نے وضاحت کی ہے۔ ان آیات میں سے ایک آیت یہ بیان کی ہے:

''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَا تَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ "(۸۷)

اے محبوب! فرمادیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

ابن دحیہ نے اس آیت کے نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکین نے کہا محمد ﷺ یہ

چاہتے ہیں کہ انہیں اسی طرح حنان بنالیا جائے جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا تھا تو پھر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی(قُل اَطِیْعُوا اللہ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ) فقرن طاعته بطاعته رغما لهم" (۸۸)اس کے بعد ابن دحیہ نے کلمہ "حنان" کی توضیح شروع کی ہے اور کہا ہے:

قولهم حنانا ای منسكاَ و مسترحَما، والحنان:الرحمة،والحنان،العطف،والحنان ايضَا الرزق والبركة(۸۹)

ان کے قول حنان سے مراد باقاعدہ ستون اور جس کے ذریعے رحم کی اپیل کی جائے، حنان سے مراد رحمت اور شفقت، حنان رزق اور برکت کو بھی کہا جاتا ہے۔

عنوان سے حنان اور اس کی توضیح یا تشریح کا کوئی واسطہ نہیں مگر مضمون میں جب مشرکین کا اعتراض نقل کیا اور ساتھ ہی ابن دحیہ نے اس لفظ کی حقیقت بتلائی تاکہ پتہ چلے کہ مشرکین اصل میں کہنا کیا چاہتے تھے۔ یہ وضاحت اور حنان کی توضیح اس مضمون کی تفہیم میں ازحد مفید ثابت ہوئی۔ بیشتر مقامات پر ابن دحیہ کا یہی اسلوب اور اپنے مضامین پر دلائل جمع کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات مبارکہ پر اعتراضات کا جواب خود دیا اس عنوان کے تحت قرآنی آیات اور پھر کلمات کی تشریح میں السفهاء(۹۰)، مثبورا (۹۱)،مجنون (۹۲) ،افّاک (۹۳) ،الغاوون (۹۴) الافتراء(۹۵) قَصَمْنَا(۹۶) ،كاهن(۹۷)، غوى(۹۸) ،سجى(۹۹) ،اَثيم(۱۰۰) اورعتل اس کی امثال ہیں۔ (۱۰۱) پوری تصنیف میں ابن دحیہ کا یہ اسلوب دیگر مؤلفینِ خصائص سے منفرد ہے۔اسے ابن دحیہ کا تحقیقی تفسیری منہج کہا جائے گا۔

د۔ مفسرین اور فقہاء کے اختلافات کا بیان:

چند مقامات پر ابن دحیہ کا مفسرین کی آراء کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ جس سے ان کے بیان کردہ مضامین کی قدرے اور وضاحت ہو جاتی ہے۔انہوں نے مشرکین مکہ کے اس الزام کا تذکرہ کیا ہے جو کہ انہوں نے آنحضور ﷺ کے بارے کہا تھا کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ یہ بشری کلام ہے۔ وہ کون تھا جو ان کے زعم کے مطابق حضور ﷺ کو قرآن سکھاتا تھا،اس بارے ابن دحیہ نے مفسرین کی آراء اور اختلافات پر بحث کی ہے۔:

"قال ابن عباس:كان اسمه بلعام، وكان فتى بمكة نصرانيا وقال عكرمة و قتاده كان اسمه يعيش وكان يقرأ الكتب عند الحضرمى،واسمه عبدالله، والد العلاء بن الحضر مى و قا ل ابن اسحاق اسمه جبراً وعبدالله كثير،وقال عبيد الله بن مسلم كانا غلامين: اسم احد هما يسار والأخر جبر يقرآن كتابا لهما بلسانهما فاذا مرّبهما رسول الله ﷺ يقول عندهما فيستمع منهما"(۱۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (کہ مشرکین کے زُعم کے مطابق) اس کا نام بلعام تھا اور وہ مکہ میں عیسائی نوجوان تھا، عکرمہ اور قتادہ نے کہا کہ اس کا نام یعیش تھا اور وہ حضرمی کے پاس کتب پڑھتا تھا اور وہ (حضرمی) علاء بن حضرمی کا والد عبداللہ تھا، ابن اسحاق نے کہا کہ ان کے نام جبراً اور عبداللہ بن کثیر تھے، عبید اللہ بن مسلم نے کہا کہ وہ دو غلام تھے ان میں سے ایک کا ایک نام یسار اور دوسرے کا نام جبر تھا وہ دونوں اپنی زبان میں کتاب پڑھتے تھے جب رسول اللہ ﷺ (مشرکین کے زُعم کے مطابق) ان دونوں کے پاس سے گزرتے تھے تو ان سے (قرآن) سنتے تھے۔

آگے ضحاک کا قول نقل کیا کہ ان کے مطابق وہ حضرت سلمان فارسی تھے۔ (۱۰۳)

"طٰا" کے معانی کے بارے مفسرین کی آراء بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

عن ابن عباس :طٰهٰ بالنبطية يارجل وقال سعيد بن جبير: يا رجل بالسريانية وقال جماعة منهم الضحاک وقتادة والحسن يا رجل وقيل هی اسم من اسماء الله عزوجل وقيل:قسم اقسم الله به وقيل: هی حروف هجاء، وقال ابو حاتم : لم نجد الحروف المقطعة فی القرآن الا فی اوائل السور، ولا ندری ما اراد الله بها (۱۰۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبطی زبان میں "طہٰ" سے مراد اے انسان اور سعید بن جبیر نے کہا سریانی میں اس کا معنی اے انسان، ایک جماعت جس میں ضحاک، قتادہ اور حسن ہیں، ان کے بقول معنٰی اے انسان ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ اللہ کے اسماء حسنٰی میں سے ایک اسم ہے اور (یہ بھی) کہا جاتا ہے کہ یہ قسم ہے، اس لفظ سے اللہ نے قسم اُٹھائی ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حروف ہجاء ہیں، ابو حاتم نے کہا کہ اسے ہم قرآن کی سورتوں کے اوائل میں انہیں صرف مقطعات کے طور پر پاتے ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے۔

ابن دحیہ نے آیت وَ اِنِّی لَأَ ظُنُّکَ یَا فِرْ عَوْنُ مَثْبُوْراً (اسراء : ۱۰۲) نقل کی اور پھر "مثبور" (۱۰۵) اور "سجی" کا معنٰی بیان کرتے ہوئے مفسرین کے اقوال بیان کیے ہیں (۱۰۶)

مفسرین کے اختلافات کی طرح اگر کسی مسئلہ پر فقہاء کا اختلاف ہو تو ابن دحیہ وہ بھی بیان کرتے ہیں۔ نھایۃالسول کے جز ثانی کے مضامین عموماً فقہی مباحث پر مشتمل ہیں۔ ان مباحث سے متعلقہ خصائص نبوی ﷺ میں فقہاء کے اختلافات بھی بیان کیے ہیں۔ استنباط و استدلال میں مؤلف کا یہ اسلوب از حد مفید ہے جس کے بعد قاری کسی پہلو کے حوالے سے تشنگی نہیں محسوس کرتا۔ مسئلہ کے کسی پیچیدہ پہلو کی وضاحت کے لئے اقوال فقہاء کا بطور دلیل اور تائید نقل کرنا نہایت عمدہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی توقیر و تعظیم کے موضوع پر بات کرتے ہوئے ابن دحیہ نے علماء اور ائمہ فقہاکے اجماع کو نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر سب و شتم کرنے واجب القتل ہے۔ (۱۰۷) محمد بن سحنون کا قول نقل کیا ہے کہ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ جو شخص شاتم رسول کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (۱۰۸)

قرآن و حدیث سے استدلال کے فقہی مباحث میں ابن دحیہ نے فقہاء کے آراء و اقوال پر بھرپُور اعتماد کیا ہے۔ حضور ﷺ کی ازواج طاہرات مطہرات رضی اللہ عنھن کے بارے علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے بعد کسی اور کے نکاح کے لئے حلال نہیں ہیں۔ (۱۰۹) ہبہ سے متعلق کسی شخص کے لئے کسی عورت کے حلال ہونے کے بارے امام ابو حنیفہ کے سواء ائمہ ثلاثہ کا اختلاف نقل کیا ہے۔ (۱۱۰) امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب، امام ثوری اور حسن بن حیی کے نزدیک لفظ ھبہ سے نکاح کے انعقاد کی صحت نقل کی ہے۔ (۱۱۱)

حضور اکرم ﷺ کی ایک خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ بغیر احرام کے آپ ﷺ کا مکہ معظّمہ میں داخل ہونا درست ہے۔ پھر غیر نبی کا احرام کے بغیر مکہ میں داخلہ کی بحث میں فقہاء کے اقوال کو بطور دلیل پیش کیا ہے اور کہا کہ ابو حنیفہ اور احناف کے نزدیک درست نہیں ہے۔ (۱۱۲)

آپؐ کی ذات بابرکات پر اگر کوئی شقی زنا کی تہمت لگائے تو وہ واجب القتل ہے۔ ابن دحیہ نے آپؐ کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ کسی اور پر صرف تہمت لگانے سے وہ واجب القتل نہیں ہوتا اسی پر اجماع ہے۔ (۱۱۳) اسی طرح تیسرے جز میں بھی اقوال فقہاء درج کرکے اپنے مضامین کو مضبوط کیا ہے۔ (۱۱۴)

ابن دحیہ کا یہ طریقہ اور اسلوب واضح کرنے کے لئے چند مقامات سے اقوال فقہاء پیش کیے گئے ہیں، ان کے علاوہ دیگر مقامات پر علماء امت کا اجماع اور فقہاء کی آراء و اقوال موجود ہیں۔

ہ۔ اشعار سے استدلال:

عربوں کے ہاں شاعری میں الفاظ و کلمات کی وضاحت کے لئے جو استدلال و استنباط شاعری سے ہو سکتا ہے، وہ فقید المثال ہے۔ ابن دحیہ نے بھی یہی روش اختیار کی ہے۔ مفسرین نے کلمات کے علاوہ ترکیب میں بھی اشعار سے دلیل اخذ کی ہے۔ جیسے جار اللہ زمخشری نے کلمہ "حصور" کی وضاحت کے لئے یوں شعر نقل کیا ہے کہ اخطل نے کہا:

''وَشَارِبِ مُرْبِحِ بِالْكَاْسِ نَا دَ مَنِىْ لَا با لْحَصُوْرِ وَلَا فِيْهَاَ بِسَاَّ رِ"(۱۱۵)

ایک دوسرے مقام پر حواری کی وضاحت کے لئے شعر نقل کیا ہے:

''فَقُلْ لِلْحَوَّارِيَاتِ يَبْكِيْنَ غَيْرَ نَا وَلَا تَبْكِنَاَ اِلَّا الْكِلَابُ النَّوَابِحُ-"(۱۱۶)

معانی پر دلائل لانے کے لئے مفسر بغوی نے لبید کا شعر نقل کیا:

''تَرَاكُ اَمْكِنَةِ اِذَا لَمْ ارضها اويرتبط بعضَ النُّفُوْسِ حِمَامُهَا''

شعر کے دوسرے مصرعہ میں بغوی نے کہا کہ بعض سے مراد کل ہے۔ (۱۱۷)

اسی طرح ابن نے دحیہ کلمہ ''عَمْر'' کی وضاحت کیلئے شعر نقل کیا ہے۔ (۱۱۸)

کلمہ ''النبی'' کے بارے لکھا کہ یہ ہمزہ اور بغیر ہمزہ دونوں طرح آتا ہے۔ اگر ہمزہ کے بغیر ہو تو اس کا مطلب ہے بلند مرتبہ عالی حکم والا اور یہ ''النباوۃ'' سے ہے۔ ہمزہ کے ساتھ ہو تو ''النباء'' سے ہے اور مطلب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اخبار پہنچائے۔ پھر کہا کہ اس کا ہمزہ پورے قرآن میں مفید ہے اور پھر اس پر عباس بن مرداس سلمی کا شعر نقل کیا:

''یاخاتم النبباء انک مُرسَل بالحق کل هُدَی السبیل هُداکَ---" (۱۱۹)

آپ ﷺ کے اسم شریف ''محمد'' ﷺ لفظی اشتقاق کے حوالے سے ابن دحیہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر نقل کیا:

''وَشَقَّ لَه من اسمه لِيُجِلَّه فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْد'' وهٰذاَ مُحَمَّد" (۱۲۰)

لفظ حنان کی وضاحت کے لئے اشعار سے استدلال کیا ہے۔ (۱۲۱)

آیت قرآنیہ ''وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُه أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوْهُ" (توبہ: ۶۲) میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو عطف معطوف بیان کر کے کہا کہ یُرضُوہُ میں ضمیر واحد ہے اور یہاں ایجاز ہے اور پھر شعری استدلال کیا۔ (۱۲۲)

خلاصہ بحث

ابن دحیہ نے عنوانات کی وضاحت کے لئے اپنے مضامین میں جو منہج اور اسلوب اختیار کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ اپنے عنوان کی تائید کے لئے ایک یا متعدد قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ لاتے ہیں۔ اقوال مفسرین، اقوال فقہاء اور اشعار سے استدلال کیا ہے۔ تشریح در تشریح کلمات کی وضاحت کی ہے۔ اگر کسی مقام پر کسی چیز کی دلیل نہیں بھی بیان کی وہ اس لیے کہ بعض بیان معروف اور مشہور زمانہ ہوتے ہیں ان کے لیے ابن دحیہ نے دلائل دینے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔ عام طور پر سیر حاصل بحث کی ہے مگر بعض مقامات پر اختصار سے کام لیا ہے۔ آیات درج کی ہیں اور عمومی طور پر عبارۃ النص لکھی ہے۔ ابن دحیہ کا انداز بیانیہ ہے۔ معجزات کے بیان میں عموماً معجزات کے نام گنوائے ہیں۔ ہر ایک کی دلیل نہیں بیان نہیں کی۔ نحوی توضیح کے ساتھ ساتھ روایات و آثار کی اسناد پر موقع بموقع بحث کی ہے۔ کلمات کی توضیح میں لسان العرب اور تاج العروس جیسی لغت کی کتب جیسا منہج اور اسلوب اختیار کیا ہے جو کہ خالصتاً تحقیقی اسلوب ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) عیاض بن موسیٰ، قاضی، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ملتان: عبدالتواب اکیڈمی، سن، ۲۳۸/۱
(۲) ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، طبع دوم، ۱۴۲۰ھ، ۸۲۱/۴
(۳) ابن دحیہ، عمر بن حسن، نهایۃ السول فی خصائص الرسول ﷺ، تحقیق: ڈاکٹر عبداللہ عبدالقادر، قطر: ادارۃ الشؤون الاسلامیۃ، طبع اول، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء، ص: ۳۱
(۴) ایضاً، ص: ۲۸۶
(۵) ایضاً، ص: ۴۲۱
(۶) ایضاً، ص: ۳۳-۳۴
(۷) ایضاً، ص: ۳۴
(۸) ایضاً، ص: ۳۴-۳۷
(۹) ایضاً، ص: ۳۷
(۱۰) ایضاً
(۱۱) ایضاً، ص: ۴۲
(۱۲) ایضاً، ص: ۵۸ (اس کی مزید مثالیں ص: ۵۹، ۶۵، ۲۰۴ پر ہیں)
(۱۳) ایضاً، ص: ۵۹
(۱۴) ایضاً، ص: ۲۲۴-۲۲۹
(۱۵) ایضاً، ص: ۲۴۲-۲۴۹
(۱۶) ایضاً، ص: ۲۸۷
(۱۷) ایضاً، ص: ۲۹۰
(۱۸) ایضاً، ص: ۳۴۵
(۱۹) ایضاً، ص: ۳۵۳
(۲۰) ایضاً، ص: ۳۷۱
(۲۱) ایضاً، ص: ۲۸۸
(۲۲) ایضاً، ص: ۲۹۰
(۲۳) ایضاً، ص: ۲۹۶
(۲۴) ایضاً، ص: ۳۰۳
(۲۵) ایضاً، ص: ۳۰۵
(۲۶) ایضاً، ص: ۳۰۶
(۲۷) ایضاً، ص: ۳۰۸
(۲۸) ایضاً، ص: ۳۱۳

(۲۹) ایضاً، ص: ۳۱۵
(۳۰) ایضاً، ص: ۳۲۲
(۳۱) ایضاً، ص:۳۳۱
(۳۲) ایضاً، ص: ۳۳۲
(۳۳) ایضاً، ص: ۳۳۵
(۳۴) ایضاً، ص: ۳۳۷
(۳۵) ایضاً، ص: ۳۴۲
(۳۶) ایضاً، ص: ۳۴۳
(۳۷) ایضاً، ص: ۳۴۵۔۳۴۶
(۳۸) ایضاً، ص: ۳۵۰
(۳۹) ایضاً، ص: ۳۵۳
(۴۰) ایضاً
(۴۱) ایضاً، ص: ۳۵۵
(۴۲) ایضاً، ص: ۳۵۸
(۴۳) ایضاً، ص: ۳۵۹
(۴۴) ایضاً، ص: ۳۶۱
(۴۵) ایضاً، ص: ۳۷۱
(۴۶) ایضاً
(۴۷) ایضاً، ص: ۴۲۴
(۴۸) ایضاً
(۴۹) ایضاً، ص: ۴۳۸۔۴۵۲
(۵۰) ایضاً، ص: ۴۲۳۔۵۰۴
(۵۱) ایضاً، ص: ۳۷
(۵۲) ایضاً، ص: ۳۹
(۵۳) ایضاً، ص: ۴۲
(۵۴) ایضاً، ص: ۵۸، ۵۹، ۶۳، ۶۵، ۷۲، ۸۹، ۹۳، ۱۴۴، ۱۶۹، ۱۹۷، ۲۰۵ پر ہے۔
(۵۵) ابن دحیہ، نھایۃ السول، ص: ٦٦
(۵۶) ایضاً
(۵۷) ابن مازہ، محمود بن احمد، المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی فقہ الامام ابی حنیفۃ، تحقیق: عبدالکریم سامی، بیروت: دارالکتب العلمیۃ، طبع اول، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء، ۱/۱۸۷
(۵۸) ایضاً، ۱/۱۸۸

(۵۹) ابن دحیہ ، نہایۃالسول، ص: ۱۶۹، ۲۱۶، ۲۷۹
(۶۰) ایضاً، ص: ۳۹
(۶۱) ایضاً، ص: ۴۷
(۶۲) ایضاً، ص: ۸۹
(۶۳) ایضاً، ص: ۱۴۴
(۶۴) ایضاً، ص: ۴۲
(۶۵) ایضاً، ص: ۶۶
(۶۶) ایضاً، ص: ۴۷۔۸۸
(۶۷) ایضاً، ص: ۹۲
(۶۸) ایضاً، ص: ۲۲۰۔۲۳۳
(۶۹) ایضاً، ص: ۸۳۲) ۲۴۱
(۷۰) ایضاً، ص: ۳۹
(۷۱) ایضاً، ص: ۳۹
(۷۲) ایضاً، ص: ۴۲۴
(۷۳) ایضاً، ص: ۴۲۸
(۷۴) ایضاً، ص: ۴۶۸، ۴۶۷، ۴۷۵
(۷۵) الحجر: ۴۷
(۷۶) زمخشری، محمود بن عمرو، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، بیروت: دار الکتب العربی، طبع سوم، ۱۴۰۷، ۵۸۵/۲
(۷۷) بیضاوی ، عبداللہ بن عمر، انوار التنزیل و اسرار التأویل ، تحقیق: محمد عبدالرحمٰن المرعشلی، بیروت: داراحیاء التراث العربی ، طبع اول، ۱۴۱۸ھ ، ۲۱۵/۳
(۷۸) نسفی ، عبداللہ بن احمد ، مدارک التنزیل و حقائق التأویل ، تحقیق و تخریج: یوسف علی بدوی، بیروت : دارالکلم الطیب ، ۱۴۱۹ھ ، ۱۹۶/۲
(۷۹) ابن حیان، محمد بن یوسف، البحرالمحیط، بیروت: دار الفکر، ۱۴۲۰ھ ، ۴۸۹/۶۔۴۹۰
(۸۰) ابن دحیہ ، نہایۃالسول، ص: ۶۴
(۸۱) ایضاً، ص: ۶۸
(۸۲) ایضاً، ص: ۶۹
(۸۳) ایضاً، ص: ۶۷۔۶۸
(۸۴) ایضاً، ص: ۶۹
(۸۵) ایضاً، ص: ۷۱
(۸۶) ایضاً، ص: ۷۰
(۸۷) آل عمران: ۳۱

(۸۸) ابن دحیہ، نھایۃ السول، ص: ۷۵۔۷۶
(۸۹) ایضاً، ص: ۷۶۔۷۷
(۹۰) ایضاً، ص: ۹۴
(۹۱) ایضاً، ص: ۹۷
(۹۲) ایضاً، ص: ۹۸
(۹۳) ایضاً، ص: ۱۰۱
(۹۴) ایضاً، ص: ۱۰۴
(۹۵) ایضاً، ص: ۱۰۷
(۹۶) ایضاً، ص: ۱۱۵
(۹۷) ایضاً، ص: ۱۱۷
(۹۸) ایضاً، ص: ۱۱۸
(۹۹) ایضاً، ص: ۱۱۹
(۱۰۰) ایضاً، ۱۳۳
(۱۰۱) ایضاً
(۱۰۲) ایضاً، ص: ۱۰۸۔۱۰۹
(۱۰۳) ایضاً، ص: ۱۰۹
(۱۰۴) ایضاً، ص: ۵۴
(۱۰۵) ایضاً، ص: ۹۸
(۱۰۶) ایضاً، ص: ۱۱۹
(۱۰۷) ایضاً، ص: ۲۶۰۔۲۶۱
(۱۰۸) ایضاً، ص: ۲۶۱
(۱۰۹) ص: ۲۹۲
(۱۱۰) ایضاً
(۱۱۱) ایضاً، ص: ۲۹۴
(۱۱۲) ایضاً، ص: ۲۲۲
(۱۱۳) ایضاً، ص: ۳۳۷۔۳۳۸
(۱۱۴) ایضاً، ص: ۴۳۶۔۴۳۷
(۱۱۵) زمخشری، محمود بن عمرو، الکشاف، ۱/۳۶۰
(۱۱۶) ایضاً، ۱/۳۶۶
(۱۱۷) بغوی، حسین بن مسعود، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، تحقیق: عبدالرزاق مھدی، بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۲۰ھ، ۱/۴۴۳

(۱۱۸) ابن دحیہ ، نھایۃ السول، ص: ۴۰

(۱۱۹) ایضاً، ص: ۴۶۔۴۷

(۱۲۰) ایضاً، ص: ۵۰

(۱۲۱) ایضاً، ص: ۷۷

(۱۲۲) ایضاً، ص: ۱۸۸اس کے لیے مزید ملاحظہ فرمائیں: ۱۱۸، ۱۳۷، ۱۶۵، ۲۸۰، ۳۴۸، ۳۶۳۔۳۶۴، ۳۶۶، ۴۱۷

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆